السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بریڈفورڈ سے قدیر احمد لکھتے ہیں : امید ہے درج ذیل مسائل میں میری الجھن رفع فرمانے کے لئے آپ اپنا مصروف وقت نکالنے کی کوشش فرمائیں گے اور اگر مناسب ہو تو جواب صراط مستقیم کے آئندہ شمارے میں شائع فرمادیں گے ۔

چند دن پہلے تک تو میں یہ سمجھتا رہا کہ اسلام میں عمومی غلامی ایک بری چیز ہونے کے باوجود ملک یمین (لونڈیاں) جائز ہے ۔ کیونکہ میرے ناقص قرآنی مطالعے کے مطابق خود قرآن نے یہ اجازت دے رکھی ہے اور منکوحہ بیویوں کی طرح کنیزوں کی کوئی تعداد بھی مقرر نہیں ۔ کیونکہ اسلام میں کنیز کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ قتال فی سبیل اللہ میں حاصل ہو ۔ اس لئے ان کی تعداد مقرر ہی نہیں کی جاسکتی تھی اور لونڈیاں بغیر نکاح کے حلال اور جائز ہیں ۔ لیکن اگلے دن نماز تراویح کے بعد ایک ساتھ جن کا دعویٰ ہے کہ وہ اسلام کو اچھی طرح سمجھتے ہیں ' نے یہ کہہ کر کہ اب لونڈیوں والے احکام سورۃ محمد کی کسی آیت سے منسوخ ہوچکے ہیں مجھے شک میں ڈال دیا ہے ۔ موصوف نے آیت کا نمبر تو نہیں بتایا لیکن جہاں تک خود میں نے مذکورہ سورت دیکھی ہے اس میں ملک یمین کے بارے میں کوئی واضح الفاظ تو نہیں ملے البتہ آیت نمبر ۴ جس میں قیدیوں کا ذکر ہے کچھ غور طلب ہے ۔ مگر غالباً یہ پوری سورت محمد جنگ بدر سے بھی پہلے یا اس کے آس پاس نازل شدہ ہے اور لونڈیوں کے متعلق اجازت کا ذکر تو دیگر سورتوں کے علاوہ سورہ احزاب میں بھی موجود ہے جو شاید ۴ ہجری میں نازل ہوئی تھی ۔

مزید یہ بھی کہ سورہ النساء جو غالباً ۳ ہجری سے ۵ ہجری کے درمیان نازل شدہ ہے میں بھی آیت نمبر ۲۵ کے تحت یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ (لونڈیاں) بدچلنی کی مرتکب ہوں تو انہیں خاندانی عورت (محصنات) سے آدھی سزا دی جائے ۔ تعجب ہے کہ بعد کے زمانے میں نازل شدہ احکامات پہلے نازل شدہ قرآن سے کیسے منسوخ قرار پائیں؟

مجھے تسلیم ہے کہ ملک یمین اور اسیران جنگ سے متعلق یہ احکام اس وقت دیئے گئے تھے جب آج کی طرح جنگی قیدیوں کے تبادلے کا معقول بندوبست نہ تھا اب تو شاید ایسی نوبت نہ آئے مگر اس کے باوجود جہاں تک حلت اور حرمت یا جائز و منسوخ کا تعلق ہے وہ آج بھی جائز ہے اور آئندہ بھی جب ویسے حالات پیش آئیں جائز ہوں گی ۔ چونکہ اسلام ایک ابدی دین ہے اس لئے بھی اس کا تقاضا ہے کہ وہ جائز ہی ہوں ۔

میں یہاں یہ عرض کرتا چلوں کہ میں دولت مند عیسائیوں کی وکالت نہیں کرتا جو شاید یہ سمجھیں کہ زرخرید عورت بھی کنیز کی تعریف میں داخل ہے ۔ لیکن قرآن اور رسول اللہ ﷺ نے جو اجازت دی ہے وہ اجازت ہی رہنی چاہئے ۔

اس ضمن میں ایک اور روایت بھی وضاحت طلب ہے وہ یہ کہ ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ اجتہاد کرنے والا اگر غلطی کرے تو ایک نیکی ملے گی اور اگر اس کا فیصلہ ٹھیک اور شریعت کے مطابق ہو تو دوہرا ثواب ہوگا ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات قاضیوں اور فقیہوں کے لئے ہے جو کسی بات کا فیصلہ کرنے کے مجاز ہوں اور پھر کتاب و سنت یا آثار صحابہ میں وہ کچھ نہ پاتے ہوں ۔ ورنہ اگر یہ معاملہ ہر ہما شما تک وسیع کردیا جائے تو دین کا تیا پانچا ہوجائے گا کیوں کہ اس کی ایک مثال شاید روزنامہ جنگ میں گزشتہ دنوں آپ کی نظر سے بھی گزری ہوگی جب ایک عالم دین نے روزے سے متعلق اپنا اجتہاد پیش کیا تھا ۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اسلام نے غلامی کے موضوع پر کچھ عرصہ پہلے ایک مفصل مضمون صراط مستقیم میں شائع ہوچکا ہے اس موضوع پر مفصل معلومات کے لئے اس مضمون کی طرف رجوع کیجئے ۔ مفید رہے گا ۔ تاہم آپ کے سوال کے جواب میں مختصراً چند گزارشات پیش کر رہا ہوں ۔

(۱) آپ کے دوست نے سورہ محمد کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ آیت نمبر ۴ ہی ہے اس میں لونڈیوں سے شادی یا ان کے بارے میں خصوصی مسائل یا احکام کا ذکر تو نہیں لیکن اس حد تک آپ نے درست حوالہ دیا کہ اس آیت میں غلاموں اور لونڈیوں سے متعلق عمومی احکام کا ذکر بہرحال موجود ہے اور بعض لوگوں کو اس آیت سے غلامی کے نظام کی منسوخی کا شبہ بھی ہوا ۔

(۲) اس آیت نمبر ۴ کا ترجمہ درج ذیل ہے ۔

''اور جب تم کفار کے مقابلے میں جاؤ تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کی قوت توڑ چکو تو انہیں مضبوطی سے پکڑلو (یعنی قید کرلو) اس کے بعد یا تو احسان کرکے (بلامعاوضہ) انہیں چھوڑدو یا معاوضہ لے کرانہیں آزاد کرو ۔''

یہ آیت سے اس حصے کا ترجمہ ہے جس میں قیدیوں سے متعلق بعض احکام کا ذکر ہے ۔ جس کا بنیادی طور پر مفہوم یہ ہے کہ جب کفار کی قوت توڑ کر ان کے لوگوں کو تم قیدی بنا لو تو پھر ان قیدیوں کے بارے میں یہ حکم ہے یا تو بطور احسان انہیں چھوڑ دو اور یا مال لے کرانہیں چھوڑو ۔ بعض نے معاوضے میں تبادلے کو بھی شامل کیا ہے یعنی مسلم قیدیوں کے بدلے میں انہیں چھوڑیں ۔

(۳) بدر کے قیدیوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اس طرح کا فیصلہ فرمایا تھا کہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑدیا جائے ۔ مگر اس کے بعد سورہ انفال کی آیت نمبر ۲ نازل ہوئی اور اس طرح قیدی بنانے کی بجائے قتل کرنے کو ترجیح دی گئی اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں یہ آیت سورہ محمد کے بعد نازل ہوئی ۔

یہاسورہ توبہ کی آیت ۲۹ بھی قابل ذکر ہے جس میں کفار کے ساتھ لڑائی حکم دیا گیا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوجائیں یا جزیہ دینا قبول کرلیں۔

اسی طرح سورہ توبہ کی ۵ویں آیت بھی قابل غور ہے جس میں کہا گیا کہ مشرکین سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ راہ راست پر آجائیں۔

بعض ائمہ نے اس آیت کو باقی تمام آیتوں کےلئے ناسخ قرار دیا ہے۔

اب جب سورہ توبہ سورہ محمد کے بعد نازل ہوئی ہے تو ظاہر ہے کہ قیدیوں کو آزاد کرنے کے بارے میں سورہ محمد میں جو ذکر ہے وہ عمومی اس لئے نہیں کہ اس کے بعد بھی قیدی بنائے گئے اور قرآن میں انہیں چھوڑنے کی بجائے بعض حالات میں قتل کرنے کا حکم بھی دیا گیا اور قرآن میں انہیں چھوڑنے کی بجائے بعض حالات میں قتل کرنے کا حکم بھی دیا گیا اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی بعض قیدیوں کو فتنہ دبانے اور دشمن کی قوت کچلنے کی خاطر قتل کیا گیا۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہیں کہ سورہ محمد کی اس آیت سے غلاموں یا لونڈیوں کے بارے میں احکام منسوخ ہوچکے ہیں۔ بلکہ بظاہر اس کے بعد نازل ہونے والی آیات اسے منسوخ کررہی ہیں۔

آپ کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ خاص حالات میں اسلام نے قیدیوں کے بارے میں بعض احکام دیئے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ غلاموں اور لونڈیوں کی بڑی تعداد انہی حالات کی وجہ سے مسلمانوں کے قبضہ میں آئی جن (۴) سے برتاؤ اور سلوک کے بارے میں قرآن وسنت میں مفصل احکام بیان کیئے گئے ہیں۔

دراصل اسلام نے قیدیوں (مرد یا عورتوں) کے بارے میں جتنے احکام بھی دیئے اور جن میں سے بعض کا مذکورہ آیت میں ذکر کیا گیا وہ مخصوص حالات وظروف کا تقاضا تھے۔ بعض حالات میں بطور احسان چھوڑنے کا ذکر ہے (۵) اور بعض حالات میں فدیہ لے کر تبادلے میں آزاد کرنے کا ذکر ہے یہ ساری صورتیں اپنے وقت میں درست تھیں۔ اگر ہم ان آیات میں سے کسی کو بھی منسوخ قرار نہ دیں تب بھی ہر آیت کا مفہوم اپنی جگہ اور اپنے مقام پر درست ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود غلامی کا نظام وقت کی ایک ضرورت کے تحت موجود تھا۔ اس لئے غلاموں اور لونڈیوں کے مفصل احکام بیان کئے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس دور میں غلامی کا جو بدترین نظام قائم تھا 'اسلام نے اسے بتدریج ختم کرنے کی کوشش کی۔ مگر ان حالات میں ایک مدت تک کےلئے اس بین الاقوامی نظام سے چھٹکارا بھی ممکن نہ تھا۔ غلامی کے خاتمے کے سلسلے میں اسلام نے جو مثبت راستہ اختیار کیا اور اس کی جس قدر حوصلہ افزائی کی 'اس کے ثبوت یا شاہد کے طور پر سورہ محمد کی مذکورہ آیت بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

اور جس دور میں بھی حالات کا تقاضا یا مجبوری اس شکل میں سامنے آئے جیسے اس دور میں تھی تو قیدیوں کے بارے میں حالات وظروف کے مطابق کوئی بھی نظام جاری کیا جاسکتا ہے اور وقت کے خلفاء اسوہ رسول کو یقیناً سامنے رکھیں گے۔

جہاں تک آپ کے دوسرے سوال کا تعلق ہے تو آپ کی رائے بالکل درست ہے کہ اجتہاد وہی شخص کرسکتا ہے جو اس منصب کا اہل ہوگا۔ ہر جاہل یا ان پڑھ کو اجتہاد کا حق نہیں دیا جاسکتا اور اجتہاد کےلئے قرآن وسنت 'لغت 'اصول اور دوسرے بنیادی علوم میں دسترس ضروری ہے جو فہم اسلام کا ذریعہ ہیں۔ محض اردو کی چند کتابیں پڑھ کر کوئی شخص مجتہد نہیں بن سکتا۔ دین کا اصل ماخذ قرآن وسنت ہے اس لئے اجتہاد کےلئے قرآن کی زبان یعنی عربی پر ہر پہلو سے عبور حاصل کرنا اہم شرائط میں سے ہے۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ صراط مستقیم

ص333

محدث فتویٰ